احمد معاویہ۔ملتان

صرف مولوی ہی قصور وار کیوں ؟ کرنٹے بھی تو ہیں۔۔۔!

ان دنوں ملک کے مختلف جرائد و اخبارات میں کچھ اس قسم کے مضامین شائع ہور ہے کہ لاؤڈ سپیکروں کا شوروشغب بہت زیادہ ہوگیا ہے سکون چھن گیا۔ راحت و آرام ناپید۔ لھذا حکومت کو چاہیے۔ کہ ان لاؤڈ سپیکروں پر پابندی عائد کرے۔ سوائے اذان و خطبہ جمعہ کے اور کسی قسم کی تقریر کے خطاب کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ حکومت کی جانب سے بھی اسی قسم کے اشارات ہوئے ہیں۔ کہ مسجدوں کے لاؤڈ سپیکروں پر عنقریب پابندی عائد کر دی جائیگی۔ اس سلسلہ میں ہمارے بعض علماء کرام نے بھی اس قسم کے مضامین لکھے ہیں اور اس امر کو سراہا ہے۔

کون ذی شعور ہے جو ان تجاویز کا انکار کرے۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ وہ راحت و آرام سے زندگی بسر کرے۔ اس کی معاشرتی زندگی بغیر کسی تناؤ اور کھچاؤ کے گزرے۔ اور یہ بات یوں بھی صحیح ہے کہ جب سے ہم نے لوگوں کو جبراً دین سنانا شروع کیا اور اس کے لئے نبوی طریقہ چھوڑ کر دور جدید کے بھونڈے طریقے اپنائے تو پہلے لوگوں کے اندر دین سننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ جو کچھ تھا۔ اس سے بھی گئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب اس مولوی کا کیا دھرا ہے جسکو آج ملا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یا کوئی اور بھی قصور وار ہے؟ ہمارے خیال میں تو یہ بے چارہ ملا اسقدر قصور وار نہیں جس قدر آج کے بے لگام و نامراد مغربی تہذیب کے دلدادہ "کرنٹے" ہیں۔ ان کرنٹوں نے اپنی ذھنی عیاشی اور جنسی تسکین کے لئے معاشرے میں جس قدر اودھم مچا رکھا ہے بے چارے ملا نے تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا۔

اس ملا کے پاس ہے کیا جو اس قدر شور مچایا جارہا ہے۔ کانی آنکھ سے دلی دیکھنے والوں سے عرض کروں گا کہ وہ ذرا مولوی سے ہٹ کر معاشرے پر نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ اس دور میں کس نے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ یہ بازاروں میں زناو شراب بے حیائی اور فحاشی و عریانی کی دعوت دینے والی ریکارڈنگ کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا مولوی؟

محلوں کے آوارہ منش چھوکرے جو اپنی بیٹھکوں میں بلند آواز سے ٹیپ ریکارڈر چلاتے ہیں۔ کیا ان کا ذمہ دار مولوی ہے؟ اور کیا اس سے لوگوں کو اذیت نہیں ہوتی۔ کیا محلوں میں شرفا نہیں بستے؟ انکی بہو بیٹیاں نہیں ہوتیں۔ اس طرح کیا ہمارا دین گانے بجانے کی اجازت دیتا ہے؟ ریکارڈنگ کے بغیر شادی کو قل خوانی کے فنکشن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ طنز یہ جملہ کہنے والے بھی ظاہر ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں۔ ان شادیوں میں عموماً شہر کے کسی میوزیکل گروپ کو اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کے لئے بطور خاص مدعو کیا جاتا ہے جس کے آوارہ لونڈے اور

زنئے گھر کے اندر ناچتے اور تھرکتے ہیں۔ گھر کے تمام افراد اور پوری برادری کے زن و مرد اس محفل موسیقی میں روح کی غذا حاصل کرتے ہیں اس گانے بجانے کی آواز سارے محلے اور کالونی کے سکون کو برباد کر دیتی ہے۔ آخر یہ کونسی سماجی قدر اور انسانیت کی خدمت ہے؟

آپ بس ویگن یا کوسٹر میں سفر کر رہے ہوں اس میں ہونے والی ریکارڈنگ ذہنی تناؤ اور جسمانی کھچاؤ کا سبب نہیں بنتی؟ آپ بازاروں میں چلے جائیں ہوٹلوں میں جائیں اور عوامی جگہوں میں چلے جائیں کیا اس قسم کی خرافات نہیں ہوتیں؟ ان پر پابندی کا مطالبہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس پاکستان میں کہ جو پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا تھا یہ نظریہ کہ ہندو کے رہن سہن کا انداز اور تہذیب و تمدن جدا ہے اور مسلمانوں کا دین مذہب اور تہذیب و تمدن علیحدہ ہندو اکثریت میں ہے اور مسلمان اقلیت میں۔ مسلمان ہندو کے ساتھ رہ کر کبھی آزادی سے اپنے دین پر عمل پیرا نہیں ہوسکے گا۔ مگر کیا قیام پاکستان کے بعد عملاً ایسا ہوا ہے۔ سیدھا سادہ مسلمان تو آج بھی اپنے مذہبی فرائض کماحقہ بجالانے میں آزاد نہیں۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ہمارے محلے کی مسجد میں جبکہ نماز کا وقت قریب تھا اور ایک گھر سے اونچی آواز میں گانے بجانے کی آواز آنا شروع ہو گئی۔ آدمی بھیجا گیا کہ جا کر انہیں سمجھائے کہ بھائی نماز کا وقت قریب ہے آواز کو ذرا اپنے تک محدود رکھو مگر صاحب خانہ نے نہایت درشت لہجے میں جواب دیا اور کہا ایک تو تم مولویوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ہر بات کو حرام بتلاتے ہو۔ یہ بچوں کی خوشی کا موقع ہے آپ جائیے اپنا کام کیجئے۔

یہ اس مسلمان قوم کے ایک فرد کا جواب ہے جس کے آباؤ اجداد ہندو سے محض اس بنا پر لڑتے مرتے آئے کہ مسجد کے قریب باجہ کیوں بجایا گیا۔ تمہارا جلوس مسجد کے قریب سے خاموشی کے ساتھ کیوں نہیں گذرا۔ اور اب یہ مسلمان ہیں۔ جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہنود۔ کوئی صاحب اگر کچھ لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں تو ان سے اس بدتمیزی کا حال پوچھیے ظاہر ہے کہ یہ کام سکون چاہتا ہے مگر آج کے دور میں تقریباً ناممکن بتادیا گیا ہے اس لئے کہ قریبی کسی دکان سے آنے والی گانے کی آواز چین سے کام نہ کرنے دیگی۔ اس طرح بعض لوگ سکون سے عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ یا گھر کے اندر کوئی بیمار ہے اسے ہر طرح کے آرام کی ضرورت ہے مگر ریکارڈنگ کی آواز اسے مسلسل اذیت پہنچاتی رہے گی۔ یہ بے چارہ مولوی جس کو ہر طرف سے دھتکارا اور پھٹکارا جارہا ہے چلو یہ دین کی بات تو سناتا ہوگا (گو کہ خود ہم بھی اس انداز کے قائل نہیں ہیں۔)

گانے بجانے کی ہمارے دین میں کیا حیثیت ہے ...... سیدنا ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں گانا گانے اور گانا سننے سے منع فرمایا، اور (اسی طرح) آپ ﷺ نے چغلی کھانے کی باتیں سننے سے منع فرمایا۔ (طبرانی۔ الجامع الصغیر)

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گانا سننا گناہ، اس کے لئے بیٹھنا شرک ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر ہے۔ (نیل الاوطار)

فرمایئے جو چیز حرام ہے اور کفر کی حد تک پہنچا دیتی ہے اس پر تو کبھی پابندی لگانے کا اعلان نہیں ہوا اور نہ ہی کسی مولانا صاحب کا مضمون اخبار میں شائع ہوا۔ ہاں البتہ مولوی بے چارے پر نزلہ خوب گرتا ہے۔

برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

اس پر طرہ یہ کہ اس اخلاق باختگی کو تہذیب و ثقافت کا نام دیکر حکومتی سطح پر اس کی سرپرستی کی جاتی ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے دشمن (شیطان) کے داؤ اور پھندے بہت سے ہیں جن کے اندر اس نے عقل و علم اور دین کے کم نصیبوں کو گرفتار کیا اور جن کے ذریعے جاہلوں اور باطل پرستوں کے دلوں کو شکار کیا۔ ان میں سے ایک پھندا یہ بھی ہے کہ سیٹی، تالی اور حرام آلات کے ذریعے گانے سنے جائیں جو دلوں کو قرآن سے روکتے ہیں اور فسق و عصیان کا خوگر بنا دیتے ہیں۔ گانا درحقیقت شیطان کا کلام ہے نیز بندے اور رحمت والے پروردگار کے درمیان دبیز پردہ ہے۔ یہ لواطت اور زنا کا منتر ہے۔ اس کے ذریعے فاسق عاشق اپنے معشوق سے انتہائی مراد پالیتا ہے۔ اسی کے ذریعے شیطان نے باطل پرست نفوس کو اپنے پھندے میں پھانسا دھوکہ کے طور پر اسے بناسنوار کے پیش کیا گانا ان کے اندر جام و مینا کی تاثیر سے بھی زیادہ سرایت کرتا ہے۔ کیا ان مخرب اخلاق گانوں اور میوزک سے معاشرتی فضاء آلودہ نہیں ہوگی؟

کیا مولوی کا لاؤڈ سپیکر معاشرے کے لئے زیادہ خطرناک ہے یا بازاروں چوکوں، چوراہوں، میرج سنٹرز، بسوں اور ویگنوں میں ہونے والی ریکارڈنگ اور وی سی آر پر دکھائی جانیوالی فحش فلمیں بازاروں میں لگے ہوئے عریاں فلمی سائن بورڈ اور اخبارات کے ثقافتی ایڈیشن آج کے نوجوانوں کے اخلاق کو تباہ ان کی طبیعتوں میں ہیجان اور جذبات کو برانگیختہ نہیں کرتے؟ مولوی کی آواز کو صرف اس وجہ سے دبانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ وہ ان کرتوتوں کے اعمال خبیثہ پر انہیں ٹوکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جناب جمہوری دور ہے ہر شخص کا حق ہے کہ اسے شور و شغب سے پاک فضاء میسر ہو جہاں وہ آرام سے زندگی گذار سکے۔ کیا یہ جمہوری حق مولوی کے لئے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ مولوی بے چارے کے پاس ہے ہی کیا جو آپ اس سے وہ بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔ محض ایک آواز...... جو ان مستغرب کرتوتوں کے خلاف بلند کرتا ہے۔ ان کے من گھڑت اور خود ساختہ طرز زندگی پر تنقید کرتا ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر کی آڑ لیکر مولوی کا گلا گھونٹ دینے کی کوشش کی جاری ہے مگر ہوا یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس قسم کی کوشش کی وہ ان خواہشوں اور حسرتوں کو لئے خود سکوت کی مہیب وادیوں میں گم ہوگئے۔

میں صاحبان خامہ و قرطاس اور ارباب اختیار و اقتدار اور اہل حل و عقد سے عرض کروں گا کہ وہ دلی کو ایک آنکھ سے دیکھنے کے شوق میں صرف بے چارے ملا کو ہدف تنقید و ملامت نہ بنائیں بلکہ کھلے کانوں اور دیکھتی آنکھوں سے معاشرے پر نظر کریں۔

اونچی آواز میں ریکارڈنگ، موسیقی اور گانوں کا شور و غوغا......

ماحولیاتی آلودگی کی مکروہ ترین شکل بھی ہے۔ اور اڑوس پڑوس کے لوگوں کی زندگیوں میں مجرمانہ مداخلت بھی۔ یہ بات بنیادی انسانی حقوق اور آلودگی سے پاک ماحول کے نعرے لگانے والوں کو ضرور سمجھنی چاہیئے۔ ظلم، جبر اور استحصال کی اس شرمناک روایت کو کون سے دینی، اخلاقی، ریاستی، جمہوری یا شہری قانون و قاعدہ کے تحت زندہ رکھا گیا ہے؟ کیا قانون اور انصاف کی اس اندھیر نگری کا نام "ترقی" اور "تمدن" ہے۔ اور اکیسویں صدی میں ان کی

بیساکھیوں کے سہارے ہم داخل ہوں گے۔ ہمیں صرف یہ بتایا جائے کہ کیا کسی شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی دوسرے شہری کی اذیت کا باعث ہو؟ اور یوں ڈنکے کی چوٹ ہو؟ کیا یہ قابل دست اندازیٔ پولیس جرم ہے؟ اگر ہے تو کب ہے؟ کہاں پر؟ اور اگر نہیں ہے تو کیوں نہیں؟

صرف مساجد کے لاؤڈ سپیکرز پر پابندی کوئی ہوشمندی اور دانش کا فیصلہ ہرگز نہ ہوگا۔ اور اس کے نتائج ہرگز وہ نہ ہوں گے جو آپ کے نہ خانہ خیال میں ہیں۔ بلکہ یہ دیکھنا ہوگا کہ شر کہاں ہے اور کس انداز میں ہے لاؤڈ سپیکر کے بے جا اور ظالمانہ استعمال پر پابندی ضرور لگنی چاہیے۔ مگر اس یکطرفہ اطلاق سے کوئی مثبت نتیجہ حاصل نہیں ہوگا۔ قانون پر مکمل عملداری ہی معاشرے کو پرسکون بنا سکتی ہے۔